فرزندِ ثانی خواجہ محمد سعید رحمہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور فرزند اکبر خواجہ محمد صادق کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ دفن اس مقام پر ہوئے جس کے متعلق "مکتوبات" میں ہے کہ "میرے قلب کے انوار وہاں چمکتے ہیں"۔ مزار مرجع خلائق ہے اور دورِ ظلمت و بدعت میں ہر قسم کی آلائشوں سے پاک ! اور یہ ایک واضح کرامت ہے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم — تُو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے ؟

حضرت مجنوں کلکتوی نے آستانِ شیخ پر بڑی دردناک نظم لکھی۔ حرفِ آخر اسے بناتا ہوں :

الا اے دولت طالع تو یابی صدو قار ایں جا
زر ایں جا گنج ایں جا شوکت ایں جا افتخار ایں جا
بوئے روضہ چوں رفتم ز شرح صدر دانستم
دل ایں جا مدعا ایں جا امید ایں جا قرار ایں جا
خیال ساقیٔ زمزم عجب پرکیف اثر دارد
خم ایں جا ساغر ایں جا بادہ ایں جا بادہ خوار ایں جا
ز داغِ عشق شاہم سینہ گلزارِ جناں دارم
گل ایں جا نرگس ایں جا سنبل ایں جا لالہ زار ایں جا
سرا ہم ہمچوں مجنوں در جوار روضۂ اقدس
من ایں جا زندگی ایں جا اجل ایں جا مزار ایں جا

ان نقوش کو پڑھ کر ایک بار پھر مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کا ابتدائی جملہ پڑھیے اور سوچیں کہ شہنشاہ اقلیم خطابت و بلاغت نے "عشاق" کے متعلق کتنا بلیغ جملہ ارشاد فرمایا ؟ اللہ تعالےٰ ہمیں شیخ مجدد کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ الحاد و بدعت اور تجدد و مغربیت کی آندھیوں سے بچائے اور کوئی وارثِ مجدد پیدا کر کے نئے دینی فتنوں کا سدِ باب کرے۔

ع — ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

کتابیات
سیرت الخلیل

رِقت و رحمت کا پیکرِ مجسّم

مولانا الطاف الرحمٰن صاحب بنوی کی ذات قارئینِ "حکمتِ قرآن" کے لیے محتاجِ تعارف نہیں۔ مولانا کے متعدد مقالات حکمتِ قرآن کے صفحات کی زینت بن چکے ہیں۔ موصوف آج کل قرآن اکیڈمی میں بطور مدرس اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ "سیرت الخلیل" کے نام سے مولانا کی ایک غیر مطبوعہ کتاب کے دو ابواب اس سے قبل دقفوں دقفوں سے "حکمتِ قرآن" کے مختلف شماروں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اب قریباً ۱½ سال کے دقفہ کے بعد اس سلسلے کا دوبارہ اجراء کیا جا رہا ہے۔

(ادارہ)

کسی بشر کا نبوت سے سرفراز ہو جانا ہی یہ سمجھنے اور یقین کر لینے کے لیے بہت کافی ہے کہ وہ تمام انسانی خوبیوں سے آخری حد تک مالا مال ہے۔ سورۃ حج کی آیت ۷۵

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ

"اللہ انتخاب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے پیام پہنچانے والے اور آدمیوں میں سے بھی۔"

میں اس حقیقت پر متنبہ کیا گیا ہے کہ ملائکہ اور انسانوں میں سے جس جس کو بھی رسالت کے لیے منتخب کیا جاتا ہے وہ اپنی اپنی نوع کے بہترین افراد ہوتے ہیں، اسی طرح سے سورۃ ص کی آیت ۴۷

وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ؕ

"اور بے شک یہ لوگ ہمارے ہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں ہیں"

میں بالخصوص ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے اور پوتے اسحٰقؑ و یعقوبؑ علیہما السلام کی صفوت و خیریت کی وہ غیر فانی گواہی اور لازوال اعلان مذکور ہے جس کے بعد اولو الانبیاءؑ

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

کی بابت مزید کچھ کہنے کی حاجت باقی نہیں رہتی۔

ابراہیم علیہ السلام خدا تعالےٰ کے پسندیدہ وہ انسانِ کامل تھے جس کی انسانیت ہر قسم کے کھوٹ سے مبرّا تھی، ان کے عظیم تر صفات و کمالات میں ایک بہت بڑا کمال یہ تھا کہ وہ خود تو شدید سے شدید تر حالات کا بھی بڑی بامردی سے ڈٹ کر مقابلہ کرتے اور کسی مرحلے پر بھی عزیمت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے لیکن دوسروں کے لیے ہمیشہ رخصت و سہولت کے طالب رہتے۔

تمام انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والتسلیمات کا یہی شیوہ رہا ہے کہ وہ تمام لوگوں کے ساتھ یہاں تک کہ اپنے دشمنوں اور خون کے پیاسوں کے ساتھ بھی مبالغہ آمیز حد تک نرمی برتتے ہیں اور انسانیت کی خیرخواہی میں ناقابلِ یقین حد تک ایثار و ہمدردی سے کام لیتے ہیں۔ اس کی بہت زیادہ واضح اور نمایاں مثالیں تو خدا تعالےٰ کے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زندگی میں اس کثرت سے بکھری ہوئی نظر آتی ہیں جن کا احصاء مشکل ہے، اس وجہ سے بھی کہ ان کی زندگی کی ساری تفصیلات ہم تک پہنچی ہوئی ہیں۔ جبکہ دوسرے انبیاءؑ کی زندگیاں اس طرح تفصیل سے محفوظ نہیں اور شاید اس وجہ سے بھی کہ بندگی و عبودیّت کے دوسرے مظاہر کی طرح خاتم الانبیاءؐ کی زندگی میں دلسوزی کے مظاہر کی بھی فی الواقعہ بہتات ہے۔ مگر خلیل اللہ علیہ السلام کی زندگی میں بھی ایسے واقعات کی کچھ کمی نہیں، قرآن و حدیث میں ان کی زندگی کی جتنی کچھ تفصیلات میسّر ہیں، اس میں سے چند ایک ایسے واقعات کا بڑے اہتمام سے ذکر کیا گیا ہے۔

توحید کی دعوت پیش کرنے پر جب ان کے والد آزران سے سخت ناراض ہوئے اور پھر اس قدر بگڑ گئے کہ آپؑ کی سنگساری کا عندیہ ظاہر کیا اور آپؑ کو ایک طویل مدّت تک گھر سے نکلنے اور دُور رہنے کا حکم دیا تو ابراہیم علیہ السلام نے اس کج ادائی کا جس انداز سے سامنا کیا وہ نہ صرف ادب و توقیر کا بے مثال نمونہ ہے بلکہ غور کرنے پر دردمندی و دلسوزی کا وہ رقّت آمیز منظر آنکھوں کے سامنے لاتا ہے جس پر آنسوؤں کو بہائے بغیر رہا نہیں جاتا۔ سورہ مریم میں ہے :

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ	(آزر نے کہا) تو کیا ابراہیمؑ تم میرے
اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ج لَئِنْ	معبودوں سے پھرے ہوئے ہو۔ اگر

© rasailojaraid.com

لَمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا۔ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ج سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ط اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۔ (آیات ۴۶، ۴۷)

تم باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کر ڈالوں گا اور مجھے تو ایک مدت کے لیے چھوڑ ہی دو۔ بولے آپ میرا سلام لیں اب میں آپ کے لیے اپنے پروردگار سے مغفرت کی درخواست کروں گا۔ بے شک وہ مجھ پر بےحد مہربان ہے۔

حق صریح سے انحراف اور اس پر مستزاد ان دل دکھانے والی باتوں پر کون بیٹا ہے جو نہ صرف یہ کہ جواب میں سختی اور درشتی سے پہلو بچا سکے بلکہ سلامتی کی دعا اور اس کے لیے استغفار کا وعدہ بھی کرے اور پھر اس دعا و استغفار کا سلسلہ دنیا میں اس وقت تک برابر جاری رہے جب تک کہ باپ کی زندگی کے آخری لمحات تک اس کا خدا تعالیٰ کی دشمنی پر قائم رہنا اور خاتمہ بالکفر واقع ہونا اس پر عیاں نہ ہو۔ سورہ توبہ میں ہے:

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ط اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۔ (آیت ۱۱۴)

پھر جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ تعالےٰ کا دشمن ہے تو اس سے بے تعلق ہو گئے، بے شک ابراہیمؑ بڑے نرم دل اور بردبار تھے۔

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک حدیث میں تو یوں وارد ہے کہ:

يلقى ابراهيم اباه يوم القيامة وعلى وجهه قترة غبرة فيقول ابراهيمؑ الم اقل لك لا تعصني فيقول ابوه اليوم لا اعصيك فيقول ابراهيمؑ يارب انك وعدتني ان لا تخزني يوم يبعثون فاي خزي اخزى من

ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے والد کو اس حالت میں دیکھ لیں گے کہ اس کا چہرہ سیاہ غبار آلود ہو گا۔ ابراہیم علیہ السلام ان سے کہیں گے کہ میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ میری مخالفت نہ کرو۔ ان کا باپ جواب دے گا کہ آج تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔ تو ابراہیم علیہ السلام باری تعالےٰ سے درخواست

© rasailojaraid

الی الا بعد فیقول الله تعالی انی حرمت الجنة علی الکافرین ثم یقال یا ابراهیم ما تحت رجلیك فینظر فاذا هو بذیخ متلطخ فیوخذ بقوائمه فیلقی فی النار۔

کریں گے کہ اے رب تو نے میرے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ تجھے اس دن رسوا نہیں کروں گا جبکہ لوگوں کو زندہ کیا جائے گا تو آج اس سے بڑی کیا رسوائی ہوگی کہ میرے والد تیری رحمتوں سے دُور ہے۔ اللہ تعالٰے ارشاد فرمائیں گے کہ میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے پھر ابراہیمؑ سے کہا جائیگا کہ اپنے پاؤں کے نیچے دیکھو۔ چنانچہ ایک بجو [illegible] خون آلود ہوگا پھر اس کو پیروں سے پکڑ کر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری بحوالہ ردح)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدنصیب باپ کا یہ فرزند سعادت مند قیامت کی ان ہولناک گھڑیوں میں بھی جبکہ ہر طرف "نفسی نفسی" کی صدا و پکار ہوگی، اپنی بے مثال رأفت و رحمت کی بدولت[لہ] اپنے خطاکار والد کی خطاپوشی کی درخواست کر بیٹھیں گے، اور

لہ اس مقام پر یہ واضح تفسیری پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے کہ جبکہ ابراہیم علیہ السلام کو اپنے والد آزر کا خاتمہ بالکفر ہونا محقق ہو گیا تھا اور مشرکین کے لیے ممانعت استغفار کے حکم الٰہی کے موجب اُن سے تبرّی بھی کیا تھا تو پھر قیامت کے دن اس استغفار کی کیا وجہ جواز ہے۔ علمائے تفسیر نے اس سوال کے متعدد جوابات دیئے ہیں جن میں سے اکثر کسی قدر لفظی یا معنوی ضعف سے خالی نہیں ہم اپنے ذوق کو اس جواب پر سب سے زیادہ قانع پاتے ہیں کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام کی حیات دنیاوی میں اکثر و بیشتر ان کی رقت و رحمت کا ظہور ہوتا رہتا تھا قیامت میں بھی اپنے باپ کو اس بدحالی میں دیکھ کر اس قدر متاثر اور مغلوب الحال ہو جائیں گے کہ ممانعت کا علم ہونے کے باوجود اس ممانعت کی طرف دھیان نہیں رہے گا اور بے قابو ہو کر بجز دلی زبان سے باپ کی مغفرت اور نجات کے لیے عرض داشت پیش فرما [illegible] ہی اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا کاملین پر بھی

© rasailojaraid.com

والد کی بدحالی پر درد کی ٹیسیں اُس کے دل میں اُس وقت تک برابر اُٹھیں گی جب تک کہ مسخ صورت کی ایک خاص تدبیر سے محبتِ پدری کو ان کی سرشت سے کھینچ کر نکال باہر نہیں کیا جاتا۔

ایک دوسرے موقعہ پر قرآنِ حکیم کا بیان ہے کہ قوم لوط کی تباہی و بربادی کا پروانہ الہٰی لے کر جب فرشتے ابراہیم علیہ السّلام کے پاس بھی بیٹے کی قبل از ولادت خوشخبری دینے کے لیے تشریف لائے تو آپؑ نے اس آمد کی اصل غرض و غایت کے متعلق ان سے استفسار فرمایا جس پر فرشتوں نے خدا تعالےٰ کے حکم سے اہلِ سدوم کی ہلاکت کے پروگرام سے آگاہ کیا تو آپؑ کی رقّت درحمت یہاں بھی حرکت میں آئے بغیر رہ سکی۔ چنانچہ فرشتوں سے جھگڑنے لگے اور بدنصیب سدومیوں کے لیے مزید مہلت

غلبۂ حال ہوجاتا ہے سو اس کا جواب اثبات میں ہے، اس کی ایک نظیر قرآنی آیت اِسْتَغْفِرْ لَہُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَہُمْ ط اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَہُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَہُمْ ط (سورہ توبہ۔ آیت ۹) سے حضور علیہ السلام کا تخییر و تحدید سمجھنا بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں نہ تو پہلے جملے سے تخییر مراد ہے کہ استغفار و عدمِ استغفار میں سے جو بھی پسند ہو اختیار کر لیجئے اور نہ ہی دوسرے جملے سے تحدید مقصود ہے کہ ستر دفعہ استغفار کرو گے تو مغفرت نہیں کروں گا لیکن اگر اس سے زیادہ کرو گے تو کر لوں گا بلکہ یہاں مراد یہ ہے کہ یہ بات ہرگز نہ مانی جائے گی اور عدد کا ذکر صرف بیان کثرت کے لیے ہے لیکن منقول ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا کہ "خُيِّرْتُ فاخترتُ وسازيدُ على السبعين" تو کیا نبی علیہ السلام کو اس اسلوبِ عربی کا یہ مدلول معلوم نہ تھا۔ مولانا تھانوی رح فرماتے ہیں کہ مولانا محمد یعقوب صاحب رح نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حالتِ رحمت کے غلبے کی وجہ سے اس وقت نبی علیہ السلام نے معانی کی طرف التفات نہیں فرمایا بلکہ محض نفسِ الفاظ سے تمسک فرمانے لگے اور نفسِ الفاظ میں تخییر و حصر کی گنجائش ضرور ہے۔ گو محاورہ کے اعتبار سے گنجائش نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ غلبۂ حال کا یقین بڑے بڑوں کو بھی ہوجاتا ہے۔ (بحوالہ اشرف الجواب حصہ دوم)

© rasailojaraid
© rasailojaraid

نکالنے کے لیے کوشش کرنے لگے، سورۂ ہود میں ہے:

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ	پس جب گیا ابراہیمؑ سے ڈر اور
الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرٰى	آئی اُس کو خوشخبری جھگڑنے
يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝ اِنَّ	لگا ہم سے بیچ قوم لوطؑ کے تحقیق
اِبْرَاهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ	ابراہیمؑ البتہ تحمل والا، دردمند، رجوع
مُّنِيْبٌ ۝ يَااِبْرَاهِيْمُ اَعْرِضْ	کرنے والا ہے، اے ابراہیمؑ منہ پھیرلے
عَنْ هٰذَا ج اِنَّهٗ قَدْ جَاءَ	اس بات سے تحقیق اب آیا ہے حکم
اَمْرُ رَبِّكَ ج وَاِنَّهُمْ	پروردگار تیرے کا اور تحقیق وہ لوگ
اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۝	آنے والا ہے ان کو عذاب نہ پھیرا
(آیات ۷۴، ۷۵، ۷۶)	جاوے گا۔

© rasailojarai

سورہ عنکبوت میں ہے:

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا اِبْرَاهِيْمَ	اور جب آئے بھیجے ہوئے ہمارے
بِالْبُشْرٰى لا قَالُوْا اِنَّا مُهْلِكُوْا	ابراہیمؑ کے پاس ساتھ بشارت کے
اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ج اِنَّ اَهْلَهَا	کہا انہوں نے تحقیق ہم ہلاک کرنے والے
كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّ	ہیں اہل اس بستی کے کو، تحقیق رہنے
فِيْهَا لُوْطًا ط قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ	والے اس کے ہیں ظالم، کہا تحقیق بیچ
بِمَنْ فِيْهَا ز لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَ	اس کے لوطؑ ہے کہا انہوں نے ہم
اَهْلَهٗ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ز كَانَتْ	خوب جانتے ہیں اس شخص کو کہ بیچ
مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝	اس کے ہے البتہ نجات دیں گے ہم اس
(آیات ۳۱/۳۲)	کو اور اہل اس کے کو مگر جورو اس کی
	کہ ہے پیچھے رہنے والوں سے۔

لیکن دوسروں کے حق میں اس توسّع و ترحّم کا روادار ابراہیمؑ اپنے حق میں ترخّص کی کسی گنجائش سے بھی فائدہ اٹھاتا نظر نہیں آتا۔ تا آنکہ عین اُس وقت بھی جبکہ نمرودیوں کی طرف سے تاریخ انسانی کی سب سے زیادہ ہولناک ترین سزا دینے کے لیے اُسے ایک لمبی مدت تک بھڑکائی جانے والی بے مثل آگ کے الاؤ میں ڈالے جانے کا بالکل آخری

© rasailojarai